نقد و نظر

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

نام کتاب	:	**ماہ نامہ العاقب (لاہور)۔ علامہ فضل حق خیرآبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر**
مرتب	:	محمد وحید نور صفحات : (۵۴۴)
ناشر	:	ماہ نامہ العاقب، جامع مسجد رحمۃ للعالمین مدینہ کالونی، ملتاب روڈ، لاہور، پاکستان
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

مَنْ اَرَّخَ قَوْمًا فَقَدْ اَحْیَاہُ. یعنی کسی بھی قوم کی تاریخ مرتب کرنا گویا اسے دوبارہ زندگی عطا کرنا ہے۔ آج دنیا میں ادیان و مذاہب کی نمائندہ شخصیات کا جو قابلِ ذکر تاریخی دستاویز موجود ہے وہ در حقیقت اسی "تاریخ نویسی" کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بھی ایک زمینی سچائی ہے کہ آج ہمارے اسلاف اور دینی رہ نماؤں کے حالاتِ زندگی اور سوانحی خاکے جو سینۂ قرطاس میں محفوظ ہیں، یہ بھی فرزندانِ توحید کا ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے۔ اگر مسلم مورخین نے اس میدان میں اپنی عنانِ توجہ مبذول نہ کی ہوتی تو شاید ہم اپنے اسلاف کی مقدس تاریخ، دینی خدمات اور ان کے دستورِ حیات کے مطالعے سے محروم رہ جاتے اور ہمارے ملی قائدین قصۂ پارینہ کی طرح ہمیشہ کے لیے گم نامی کے کھنڈرات میں دفن ہو گئے ہوتے۔ مگر الحمد للہ! ہمارے قدیم قلم کاروں نے اس معاملے میں غفلت سے کام نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج امتِ مسلمہ کے پاس صرف "شخصیات" کے حوالے سے اتنا وافر ذخیرہ موجود ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

"سوانح نگاری" کا یہ مبارک سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ ماہ نامہ "العاقب" لاہور کا "علامہ فضل حق خیرآبادی و جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر" اس وقت مطالعہ کی میز پر ہے جس میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر مجاہدینِ آزادی کے مجاہدانہ کردار پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات کا یہ ضخیم نمبر تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مجاہدِ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کی مکمل سوانح حیات، خاندانی پس منظر، علمی شکوہ، شاعرانہ بانکپن اور تصنیفی خدمات کا ذکر ہے اور ساتھ ہی آپ کے فتوائے جہاد اور اسماعیل دہلوی کے خانہ ساز عقائد کے رد و ابطال میں علامہ کی قائدانہ سرگرمیوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ باب دوم میں ۱۸۵۷ء کی تحریکِ آزادی پس منظر و پیش منظر، اسباب و مضمرات اور اس جنگ میں علمائے اہلِ سنت اور علمائے دیوبند کے سیاسی کردار کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جب کہ باب سوم میں مرزا غالب سمیت برصغیر ہند و پاک کے نام ور شعرا اور اساتذۂ سخن کے منقبتی اشعار شامل ہیں جن سے امامِ علم و فن کی کتابِ حیات کا ایک ایک ورق نگاہوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے۔

جناب سہروردی ملتانی کا یہ شعر کس قدر معنیٰ خیز ہے۔

وہ امامِ فلسفہ، وہ نازشِ علم و سخن
جس نے زندہ کر دیا تھا قصۂ دار و رسن

یہ وقیع و ضخیم نمبر در اصل ماہ نامہ "الہام" بہاول پور کا "فضل حق خیر آبادی نمبر" اور "ماہ نامہ اشرفیہ" کے "انقلاب ۱۸۵۷ء نمبر" کے بیش تر حصوں کا مجموعہ ہے جس کی نشان دہی مرتب نے ٹائٹل پر بھی کی ہے۔ چناں چہ مدیرِ اعلیٰ اپنے اداریے میں رقم طراز ہیں:

"علامہ فضل حق خیر آبادی پر نمبر کی ترتیب کے وقت اشد سے یہ خیال دامن گیر رہا کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا بھی اگر ساتھ تذکرہ شامل ہو جائے تو اس نمبر کی افادیت دوبالا ہو جائے گی۔ چناں چہ بعد از مشاورت جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے متعلق مواد کو بھی اس نمبر کی زینت بنایا گیا ہے۔ اس حصے کا بیش تر مواد ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا کے انقلاب ۱۸۵۷ء نمبر مطبوعہ اگست ستمبر ۲۰۰۸ء سے لیا گیا ہے۔ ادارہ العاقب ماہ نامہ اشرفیہ کے مدیرِ اعلیٰ مولانا مبارک حسین مصباحی اور ان کی ٹیم کا بے حد مشکور ہے کہ انھوں نے ہمیں اس نمبر کا اکثر حصہ پاکستان میں شائع کرنے کی اجازت دی۔" (العاقب، ص: ۲۱-۲۲)

سچ پوچھیے تو ماہ نامہ اشرفیہ کے اس خصوصی نمبر سے ماخوذ زیرِ تبصرہ کتاب کا دوسرا باب خاصی اہمیت کا حامل ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، کیوں کہ اس میں جنگ آزادی کے اسباب و مضمرات اور تاریخی حقائق کے اہم گوشوں کو بطورِ خاص اجاگر کیا گیا ہے اور اس افسانوی خیال کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی ہیں کہ علمائے دیوبند نے ۱۸۵۷ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

پورا نمبر قابلِ مطالعہ اور لائقِ استفادہ ہے۔

محترمہ ڈاکٹر قمر النسا کا عربی مقالہ (پی. ایچ. ڈی.) ''العلامۃ فضل حق الخیر آبادی'' کے بعد علامہ موصوف کے حالاتِ زندگی پر مشتمل اتنا ضخیم اور خوب صورت مجموعہ راقم کی نگاہ سے پہلی بار گزرا۔

سعادتِ لوح و قلم پروفیسر مسعود احمد، علامہ عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہما، مولانا فیض احمد اویسی، اسد نظامی اور مختار جاوید منہاس کے مضامین تحقیقی اور قابلِ مطالعہ ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسماعیل دہلوی نے جب اپنے موروثی عقائد اور مسلّمات اسلام سے ہٹ کر خاکِ ہند میں بنام ''وہابیت'' ایک نئے مسلک کی بنیاد رکھی تو وہ علامہ فضل حق خیر آبادی ہی کی ذات تھی جس نے سب سے پہلے اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور تحریر و تقریر کے ذریعہ اسماعیلی نظریات کی جم کر تردید کی۔ ''الحقُّ مُرٌّ'' کے مطابق وہابی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علما اور اربابِ دانش کو علامہ فضل حق کی یہ حق گوئی پسند نہ آئی، بس کیا تھا، ان کے خلاف کذب بیانی اور تاریخ سازی کا ناپاک سلسلہ شروع کر دیا گیا اور ''مالک رام'' کی تحریر کو بنیاد بنا کر اس امر کی خوب تشہیر کی گئی کہ ''علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیا اور جس فضل حق کو کالا پانی کی سزا ملی تھی وہ خیر آباد کے نہیں بلکہ شاہ جہاں پور کے رہنے والے تھے۔'' اللہ اکبر! اس سفید جھوٹ پر جتنا بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے۔ وہابی و دیوبندی علما اگر علمائے اہلِ سنت کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تو کم از کم تاریخ کے ساتھ تو انصاف کریں!

اسی واقعہ کی نشان دہی کرتے ہوئے جناب مختار جاوید منہاس صاحب رقم طراز ہیں: ''مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حق گوئی (یعنی اسماعیلی نظریات کی تردید) ان کا ایسا جرم ہے جسے اسماعیلی عقیدت مندوں نے آج تک معاف نہیں کیا...... لے دے کے اس گروہ کے پاس سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ حضرت مولانا بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت میں سرکاری عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اول تو یہ جرم تنہا ان کا نہیں ہے۔ الزام دینے والے قبیلے کے ان گنت افراد اسی قبیل میں شامل ہیں۔ حب وطن اور جوشِ ایمانی تو دیکھیے کہ جب وقت آیا تو سب کچھ چھوڑ کر علی الاعلان میدانِ کارزار میں کود پڑے۔'' (العاقب، ص: ۳۰۴)

نازشِ لوح و قلم حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کا اداریہ ''انقلاب ۱۸۵۷ء کے کچھ مضمرات و حقائق'' سمندر کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف ہے۔ مضبوط دلائل اور ناقابلِ تردید شواہد کی روشنی مین موصوف کا یہ ریمارک اتنا وزنی ہے کہ علمائے دیوبند تاریخی حقائق کی روشنی میں اس کی تردید ہزار حیلوں کے باوجود نہیں کر سکتے۔

آپ لکھتے ہیں: ''گزشتہ ڈیڑھ صدی کے اندر ۱۸۵۷ء کے تعلق سے بہت کچھ لکھا گیا مگر اس سے زیادہ نظر انداز کر دیا گیا۔ تاریخ نگاری سے زیادہ تاریخ سازی کی گئی۔ عام تاریخ نگاروں نے مسلم مجاہدین کی قربانیوں کو نظر انداز کیا، جب کہ مسلم مورخین نے مسلکی تعصبات سے کام لیا۔ دیوبندی اور وہابی مکاتبِ فکر کا انقلاب ۱۸۵۷ء میں سرے سے کوئی کردار ہی نہیں تھا۔'' (العاقب، ص: ۴۰۹)

آج دیوبندی خیمے سے مسلسل یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ ''علمائے دیوبند نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔'' اس دعویٰ میں کتنی سچائی ہے، اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا ادریس بستوی رقم طراز ہیں: ''۱۸۵۷ء کی جنگ مسلمان ہار گیا اور اس کے بعد ۱۸۶۶ء میں ایک عربی مدرسے کی بنیاد قصبہ دیوبند ضلع سہارن پور میں رکھی گئی جو بعد میں دار العلوم دیوبند بن گیا اور یہاں کے فضلا اپنے کو دیوبندی کہنے اور لکھنے لگے۔ اس تاریخی حقیقت کے بعد اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی علمائے دیوبند نے لڑی ہے تو اس دعویٰ کو جھوٹ، غلط بیانی اور تاریخ کے چہرے پر سیاہی پوتنے کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔'' (ص: ۴۷۸)

اس طرح دیوبندی مکتبِ فکر کا یہ پروپیگنڈہ بھی نہایت افسوس ناک اور تاریخی دیانت کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق ہے کہ ''سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی نے انگریزی سامراج کے خلاف جہاد کیا اور فرنگیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔'' مولانا شکیل احمد مصباحی (نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ) نے سرسید اور خود وہابی مسلک کے پرجوش مبلغ مرزا حیرت دہلوی کی تحریر سے ثابت کر دیا ہے کہ ان دونوں پیر و مرید کی حیثیت انگریزی ایجنٹ اور فرنگی وظیفہ خوار سے زیادہ کچھ نہیں۔

مولانا شکیل کا یہ مضمون پڑھتے وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے کہ موصوف تو اس دنیا سے چل بسے اور اپنی یہ خوب صورت تحریر چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا شکیل احمد مرحوم کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ہندوستانی قلم کاروں میں علامہ مشتاق احمد نظامی، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا اختر کمال قادری مصباحی، مولانا صادق رضا مصباحی، مولانا شہباز عالم مصباحی، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی اور مولانا قطب الدین رضا مصباحی وغیرہ شامل ہیں۔

آخیر میں ہم مدیر ''العاقب'' مولانا محمد وحید نور اور ان کی پوری ٹیم کو اس ضخیم اور تاریخی نمبر کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔